© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

محاضرۂ چہارم

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

(۱۵)

بہرحال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی طے کیا کہ قرآن کے سوا جو چیز بھی ان کے زمانہ تک نوشتہ کی شکل میں آئندہ نسلوں میں پہنچے گی وہ تورات کے مثناۃ کی حیثیت اختیار کرلے گی اس لئے نہ خود اپنی حکومت کی جانب سے اس کام کے انجام دلانے پر آمادہ ہوئے اور جہاں تک ان کے بس میں تھا دوسروں سے بھی انھوں نے یہی چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کی تبلیغ میں عمومیت کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا تھا ان کو ایسے زمانہ میں قلم بند نہ کریں جس کے بعد اس مصلحت کے متاثر ہونے کا اندیشہ پیدا ہوسکتا تھا جسے پیش نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتظام کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اندیشے کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو بعد کو پیش آیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حدیثوں کے نہ لکھوانے کے اس ارادے کو طے کرنے کے بعد بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بعض علمی و عملی چیزیں جن کا قرآن میں کم از کم صراحۃً ذکر نہ تھا، یعنی چاہنے والا چاہے تو یہ کہہ سکتا ہے[1]

---

[1] مثناۃ کا یہ لفظ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جس کا ذکر ابن سعد نے طبقات میں اور دوسری کتابوں میں بھی لوگوں نے کیا ہے کہ اپنے زمانے میں حدیثوں کے قلم بند کرانے کے متعلق حضرت عمر کا خیال تھا کہ یہودیوں کے ہاں تورات کے ساتھ جو مثناۃ کی حیثیت ہے وہی حیثیت قرآن کے ساتھ حدیثوں کی اسلام میں ہو جائے گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ قرآن کے رو سے ان کا ماننا ضروری نہیں ہے اپنے اس فیصلہ کے بعد یعنی قرآن کے سوا نوشتہ کی شکل میں کوئی چیز باقی نہ رہے حضرت عمرؓ کو ایک دوسرا خطرہ ستانے لگا یعنی ایسا نہ ہو کہ آئندہ کسی زمانہ میں انکار کرنے والے ان چیزوں کا انکار کر بیٹھیں اور دلیل میں اسی واقعہ کو پیش کریں کہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے، خصوصاً شادی شدہ زانی مردوں، اور زانیہ عورتوں کے متعلق رجم (سنگسار) کرنے کی جو سزا ہے اس کے متعلق تو یہی نہیں کہ قرآن اس کے ذکر سے ساکت ہے بلکہ سورہ النور میں زانی اور زانیہ کی سزا جلد (تازیانہ) بیان کی گئی ہے، فرمایا گیا ہے کہ

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد — زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ہر

منہما مائۃ جلدۃ — ایک کے سو سو کوڑے مارو

اس کو پیش کر کے دعوی کرنے والا یہ دعوی کر سکتا ہے کہ "رجم" کے قانون کی قرآن سے تو نفی ثابت ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ مثناۃ کیا چیز ہے؟ یہودیوں کا خیال ہے کہ تورات کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو زبانی روایات کا یہی ایک ذخیرہ دیا گیا تھا تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک زبانی روایتوں کا یہ سلسلہ یہودیوں کے ہاں قلم بند نہ ہوا دوسری صدی عیسوی یعنی حضرت موسیٰ سے ایک ہزار سات سو سال بعد ابی یہودا حق دوش نے پہلی دفعہ ان کو قلم بند کیا یہی کتاب مثناۃ کے نام سے مشہور ہوئی پھر ایک شرح اس کی یروشلم میں ہوئی اور دوسری بابل میں اسی شرح کو کمرا کہتے ہیں جس کے معنی کمال ہیں مثناۃ اور کمرا کو ملا کر تالمود کہتے ہیں آدم کلارک اور ہارن وغیرہ مفسرین تورات نے لکھا ہے کہ پچھلے زمانے میں یہودیوں کے یہاں مثناۃ اور تالمود کی اہمیت تورات سے بہت زیادہ بڑھ گئی تورات کو وہ ناقص، مغلق غیر مفہوم قرار دیتے تھے اور دین کی حقیقی بنا انھوں نے بجائے تورات کے مثناۃ پر آخر زمانہ میں قایم کر دی تھی جیوئش اور دوسری انسائیکلوپیڈیاؤں میں تفصیلات پڑھئے انگریزی نہ جاننے والے مولوی رحمۃ اللہ الہندی کی کتاب اظہار الحق عربی ایڈیشن مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ھ جلد ۲ ص ۵۶ تا ۲۲ میں پڑھ سکتے ہیں۔ ۱۲

لیکن میرے خیال میں تھوڑے تامل سے اگر کام لیا جائے تو اس دعوی کی غلطی واضح ہو سکتی ہے، وجہ یہ ہے کہ زنا کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ جنسی خواہش کی تکمیل کے قانونی ذریعہ پر اقتدار رکھتے ہوئے زنا کے جرم کا ارتکاب کیا جائے اور دوسری شکل اسی کے مقابلہ میں ایسی زنا کی ہے جس میں مزید اس صفت کا اضافہ نہ ہو یعنی خالص زنا جو ایسے آدمی سے سرزد ہو جس کے سامنے کوئی قانونی ذریعہ جنسی خواہش کی تسکین کا نہ ہو قرآن میں "الزانیۃ والزانی
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قانون رجم" کے انکار کے اس خطرے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ متاثر تھے کہ قرآن کے سوا حالاں کہ طے کر چکے تھے کہ اپنے زمانہ کی کسی نوشتہ چیز کو مسلمانوں میں منتقل ہونے نہ دوں گا، لیکن اس انکار کے خطرے کی شدت کا احساس کبھی کبھی اتنا بڑھ جاتا تھا کہ اپنے خطبوں میں آپ فرماتے کہ

لولا ان یقول قائلون زاد عمر فی	اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کہنے والے یہ کہنے لگیں گے
کتاب اللہ ما لیس منہ لکتبت فی	کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اس چیز کا اضافہ کر دیا
ناحیۃ المصحف ص۱۳۶ (بخاری، صحاح	جو قرآن کا جز نہ تھا قرآن کے حاشیہ پر اس کو (یعنی رجم
	کے قانون) کو لکھ دیتا۔

لیکن مصحف کے حاشیہ پر لکھنے کی جرأت تو کیا کرتے یوں بھی آپ نے اس قانون کو قلم بند کر دینے کی ہمت نہ فرمائی کبھی کبھی "رجم" کے اس قانون کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کا بھی ذکر ان الفاظ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا لفظ بغیر کسی مزید اضافہ کے جب مذکور ہے یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ خواہ یہ جرم قانونی ذریعہ پر مقتدر ہونے کے ساتھ سرزد ہو یا اس کے بغیر سرزد ہو اس کے لئے جلد (تازیانے) کی سزا ہے، بس اس سے یہی سمجھا جائے گا، یہ حکم صرف اس زنا کا ہے جو خالص زنا ہو۔ آئندہ اسی آیت کے بعد ایک حکم بھی ہے کہ زانی کو چاہئے کہ نکاح نہ کرے لیکن زانیہ عورت سے" یہ بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جلد کی سزا صرف اس جرم سے متعلق رکھتی ہے جو نکاح سے پہلے سرزد ہو بہر حال میرے خیال میں رجم کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن اس سے ساکت ہے یعنی زنا کی ایسی شکل جس میں زنا کرنے والے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل و تسکین کے قانونی ذریعہ پر قادر ہوں اس کا حکم قرآن میں نہیں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل پر اس کی بنیاد قایم ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ خالص زنا اور زنا کی ثانی الذکر شکل یعنی قانونی ذریعہ جنسی خواہش کی تسکین کا رکھتے ہوئے جو اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے دونوں کی سزا کو برابر نہ ہونی چاہئے اور اسی کی تائید پیغمبر نے اپنے قول و عمل سے کی، قرآن میں جب کوئی چیز اس کے خلاف نہیں پائی جاتی تو خواہ مخواہ ایک غیر عقلی بات پر اصرار وہی کر سکتا ہے جو صرف اصرار کرنا چاہتا ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

میں فرماتے کہ

انہ سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجم وبالدجال وبالشفاعۃ وبعذاب القبر وبقوم یخرجون من النار بعد ما امتحشوا (ازالۃ الخفا ج ۲ ص ۱۳۶)

کچھ لوگ عن قریب آئندہ زمانہ میں ایسے بھی آنے والے ہیں جو رجم کے قانون کا اور دجال کے ظہور کے واقعہ شفاعت کا، عذاب قبر کا اور اس بات کا کہ جلنے کے بعد جہنم سے بعض لوگ نجات یاب ہوں گے ان ساری باتوں کا انکار کریں گے

مگر باوجود اس کے اس اصرار پر آخر وقت تک جمے رہے کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں قرآن کے سوا کوئی مکتوبہ چیز ہمارے زمانے کی پہنچنے نہ پائے گی۔

اور انکار کے اس خطرے کے ازالہ کے لئے آپ نے یہ کیا کہ بجائے اقوال کے بکثرت خصوصاً اپنے خطبوں میں چرچا کر کرکے ان باتوں کو آپ نے اتنا مشہور کر دیا کہ خبر آحاد کی حیثیت

ؔ جن امور کا ذکر حضرت عمرؓ کے اس بیان میں کیا گیا ہے ان میں عذاب قبر کا مسئلہ ایسا ہے جس کے اشارات قرآن میں بھی ملتے ہیں، آل فرعون والی آیت اور یثبت اللہ الذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ میں بھی لوگوں نے ان اشاروں کو پایا ہے موت کے وقت مرنے والوں کے سامنے جن غیبی حقائق کا ظہور ہوتا ہے ان کا ذکر بھی ایک سے زائد جگہ پر قرآن میں کیا گیا ہے ماسوا اس کے سورہ النباء کی آخری آیتیں یعنی انا انذرناکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا (ہم نے دھمکایا تم کو قریب والے عذاب سے جس دن دیکھے گا آدمی ان چیزوں کو جنہیں اس نے اپنے آگے روانہ کیا تھا اور کہے گا منکر کہ کاش ہم ہوتے خاک) اس آیت میں "عذاب قریب" میں قریب کا لفظ بتاتا ہے کہ کسی بعید عذاب کے مقابلہ میں آدمی قریبی زمانہ میں اس سے دوچار ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ جہنم کے عذاب بعید کے مقابلہ میں یہ قبر ہی کا عذاب عذاب قریب ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے آگے جو یہ کہا گیا کہ بھیجے ہوتے اعمال کو دیکھے گا یہ بھی برزخی عذاب ہی کی خاصیت ہے کہ بجائے بدلہ بھگتنے کے آدمی کے اعمال مختلف شکلوں میں اس کے آگے پیش ہوں گے جن کو دیکھ دیکھ کر گھبرائے گا اور اذیت محسوس کرے گا اور یہی وہ وقت ہے جب آدمی تمنا کرے گا کہ موت کے متعلق اس کا جو یہ خیال تھا کہ از اد احساس کی یہ تعبیر ہے یعنی مرکر آدمی مٹی میں مل جاتا ہے خاک دھول بنکر اڑ جاتا ہے کاش یہی واقعہ ہوتا۔ لیکن صورت حال اس سے بالکل مختلف نظر آئے گی یہ ہے وہ مطلب جو ان آیتوں سے میری سمجھ میں آیا ہے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی باقی نہ رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ علماء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق مزید ایک اور قسم کا اضافہ کرنا پڑا یعنی متواتر اور خبر آحاد کے درمیان میں مشہور حدیثوں کی ایک اصطلاح مقرر کی گئی، جن کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت نہ تو دین کے ان کے قطعی عناصر اور یقینی اجزاء کی ہے جن کا انکار آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، یعنی متواتر روایتوں کی جو کیفیت ہوتی ہے یہ حیثیت بھی مشہور روایتوں کی نہیں ہے اور نہ ان کی حیثیت خبر آحاد کی ہے اگرچہ بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ درجہ شہرت کو طے کر کے مسلمانوں تک جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو کر پہنچی ہیں ان کا انکار بھی دین سے انکار کرنے والوں کو خارج کر دیتا ہے کہتے ہیں کہ مشہور حنفی امام ابوبکر جصاص کا یہی خیال تھا لیکن عام طور پر علماء اس کے قائل نہیں ہیں میں نے شاید پہلے بھی شمس الائمہ سرخسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قانون رجم اور مسح خفین جیسے مسائل کے منکر کے متعلق ان کا خیال تھا کہ

لکن یخشی علیہ الاثم — گناہ کا اندیشہ کیا جاتا ہے

بعضوں نے ان مشہور روایات کو بھی مختلف مدارج میں تقسیم کیا ہے، رجم والے قانون کی مثال دے کر لکھا ہے کہ اس قسم کی مشہور روایتوں کے منکر کو گمراہ قرار دیا جائے گا، صاحب کشف بزدوی نے عیسیٰ بن ابان حنفی امام کا قول نقل کیا ہے کہ

قسم یضلل جاحدہ ولا یکفر مثل خبر الرجم (کشف صفحہ ۳۶۹ جلد ۲) — ایک قسم مشہور روایتوں کی ایسی بھی ہے کہ اس کے منکر پر کفر کا فتوی تو نہیں لگایا جائے گا مگر اس کو گمراہ ٹھہرایا جائے گا مثلاً رجم کی روایت کا یہی حال ہے

بہر حال ان مسائل کی تفصیل میرے سامنے نہیں ہے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ مشہور روایتوں کے متعلق یہ مانتے ہوئے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسی بنیاد پر میں برزخی عذاب کو قرآنی عذاب قرار دیتا ہوں یعنی عذاب قریب میرے نزدیک عذاب قبر کی تعبیر ہے نیز سورۃ الانعام میں اور سورۃ الواقعہ کی بعض آیتوں سے عذاب قبر کی طرف اشارے ملتے ہیں جس کی تفصیل کا یہاں وقت نہیں ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هو اسم لخبر كان من الآحاد في الاصل اي في الابتداء
کشف ص ۳۶۸

کہ خبر مشہور در حقیقت ان ہی خبروں کو کہتے ہیں جو ابتدا میں احاد ہونے کی حیثیت رکھتی تھیں،

لیکن محض اس لئے یعنی

لاتفاق العلماء من الصدر الاول والثاني على قبوله ص ۳۶۹

صدر اول (عہد صحابہ) اور دوم (یعنی عہد تابعین) کے علماء نے چونکہ ان کے ماننے پر اتفاق کر لیا تھا

اسی لئے کہتے ہیں کہ خبر آحاد کی جو نوعیت ہوتی ہے وہ ان کی باقی نہ رہی، بلکہ صدر اول میں نہ سہی اس کے بعد بھی یعنی قرن ثانی و ثالث تک کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس زمانے تک جن خبروں میں شہرت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا، ان کا شمار بجائے خبر آحاد کے خبر مشہور میں کیا جائیگا صاحب کشف نے لکھا ہے کہ

والاعتبار للاشتهار في القرن الثاني والثالث ولا عبرة للاشتهار في القرون التي بعد القرون الثلثة[1] ص ۳۶۹ کشف بزدوی

بہر حال قرن دوم و سوم (تابعین و تبع تابعین) کے عہد میں جو چیزیں شہرت کے درجہ تک پہنچ گئی تھیں وان کی شہرت کا تو اعتبار کیا جائیگا، مگر ان تینوں قرون کے بعد کی شہرت ناقابل لحاظ غیر موثر قرار پائے گی

جس کا مطلب یہی ہوا کہ "خبر احاد" والی حدیثوں کے ذخیرہ سے جن روایتوں میں شہرت کی کیفیت عہد صحابہ ہی میں نہیں، بلکہ عہد تابعین و تبع تابعین میں پیدا ہو گئی ہو، ان کو بھی مشہور خبروں میں شمار کر لیا گیا ہے[2]۔

---

[1] لکھا ہے کہ قرون ثلثہ کے بعد تو تقریباً ساری آحاد خبریں چونکہ مشہور ہو گئیں اس لئے پچھلے قرون کی شہرت کا اعتبار نہ کیا جائے گا ۱۲ [2] اگرچہ ان مشہور روایتوں میں ایسی روایتیں جن میں شہرت کا رنگ عہد صحابہ میں پیدا ہو چکا تھا اس کو مشہور روایتوں کی ان قسموں پر ترجیح دی جاتی ہے جن میں یہی کیفیت بعد والے قرون میں پیدا ہوئی ہو تاہم اجمالی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شہرت کے درجہ تک ان تینوں قرون میں سے کسی قرن کے اندر جو روایتیں پہنچ گئی تھیں ان کو خبر آحاد کی حد سے نکال کر مشہور روایتوں میں داخل کر دیا جائے گا تفصیل کے لئے اصول فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور یہی میں کہنا چاہتا ہوں کہ قلم بند ہوئے بغیر صرف زبانی چرچے کی زیادتی کی وجہ سے عہد صحابہ ہی نہیں بلکہ اس کے بعد والے دو قرنوں میں بھی جن معدودے چند روایتوں میں شہرت کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی، جب ان کو "خبر آحاد" کے زمرے سے علماء نے خارج کر دیا تو اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلافت و حکومت کی طرف سے لکھوایا ہوا حدیثوں کا کوئی مجموعہ مسلمانوں کی پچھلی نسلوں تک منتقل ہوتا ہوا اگر پہنچتا تو اس کے ساتھ لوگوں کے قلبی تعلقات کی جو کیفیت ہو سکتی تھی، وہ ظاہر ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو آحاد خبروں کی شکل میں چھوڑا تھا، ان میں سے بعض چیزوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواہ زبانی تذکروں کے ذریعہ سہی شہرت کا رنگ کیوں پیدا کیا؟ یا حضرت عمر کے بعد قرن ثانی و ثالث والوں نے ان روایتوں کو کیوں مشہور کر دیا یہ ایک جداگانہ بحث ہے، اور علاوہ "مصالح مرسلہ" کے جسے خلفاء راشدین کے خصوصی اختیارات میں شمار کیا جاتا ہے قرون مشہود لہا بالخیر کے فیصلوں کے متعلق بھی یہ مانا گیا ہے کہ خاص دینی بصیرت ہی کے تحت ان کو بھی مناسب نظر آیا کہ بجائے خبر آحاد کی شکل میں باقی رکھنے کے ان میں شہرت کی کیفیت پیدا کر دی جائے۔

کچھ بھی ہو مجھے اس سے بحث بھی نہیں اور علماء نے لکھا بھی ہے کہ صحابہ کے بعد والے قرون میں جو روایتیں مشہور ہوئی ہیں، ان کے انکار کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ خطا کار قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن کفر ہی نہیں بلکہ گمراہی کا انتساب بھی انکار کرنے والے کی طرف مشکل ہے[1]۔ جیسے خلفاء راشدین کے عہد میں مشہور ہونے والی روایتوں کے منکر دلی کی تضلیل کا فیصلہ کیا گیا ہے، یعنی ان لوگوں کو گمراہ سمجھا جائے گا۔ جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشہور ہو جانے والی روایتوں کے نتائج کا انکار کرتے ہیں، اور میرے نزدیک مومن کے ایمان کا اقتضاء بھی یہی ہے یہ تھی روداد ان خدمات کی جو عہد فاروقی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق

---

[1] تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں خصوصاً کشف بزدوی میں پڑھئے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انجام دی گئی جن کا حاصل یہی ہے کہ بجز چند خاص روایتوں کے خبر آحاد کے سارے ذخیرے کو خبر آحاد ہی کی شکل میں باقی رکھنے کی جو ممکنہ تدبیریں ہو سکتی تھیں، حضرت عمرؓ نے ان کے اختیار کرنے میں پوری مستعدی اور بیدار مغزی سے کام لیا۔ کوشش کا کوئی دقیقہ اس راہ میں اٹھا نہ رکھا، اور ان چند روایتوں کو شہرت کے درجہ تک پہنچانے کی کوشش آپ نے جو کی اس کی وجہ یا تو یہی ہو سکتی ہے کہ ان کی بصیرت کو اسی میں مصلحت نظر آئی، یا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص منشار کا علم ان امور کے متعلق کچھ ہو جس سے نبوت کے خصوصی مذاق شناس حضرات ہی واقف ہو سکتے تھے۔

یہاں ایک بات یاد رکھنے کی یہ بھی ہے کہ "مشہور حدیث" کا مطلب چونکہ یہ ہے کہ ابتدا میں خبر آحاد کی شکل میں رہنے کے بعد صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں عام طور پر اتنی مشہور ہو گئی کہ

رواته جماعة لا یتصور تواطؤهم علی الکذب کشف ص ۳۶۷ ج ۲	اتنے آدمیوں نے ان کو بیان اور روایت کیا ہے جن کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ خواہ مخواہ جھوٹ پر وہ متفق ہو گئے تھے۔

جس کا حاصل یہ ہوا کہ متواتر اور مشہور میں فرق صرف اس قدر ہے کہ متواتر روایات میں تو ضروری ہے کہ ابتدا سے آخر تک ایسی جماعت اس کو بیان کرتی ہو جس کے متعلق غلط بیانی کا احتمال باقی نہ رہے۔ عقل کے لئے نا ممکن ہو جائے کہ اس کو جھوٹ قرار دے اور مشہور روایتوں میں بھی گو یہی کیفیت پائی جاتی ہے الا یہ کہ ابتدا میں اس کی حیثیت چونکہ خبر آحاد کی تھی اس لئے متواتر روایتوں کی قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس معیار پر عہد فاروقی میں مشہور ہو جانے والی روایتوں کی تعداد بہت تھوڑی نکلے گی، شاید دو ہی چند باتیں جن کا تذکرہ حضرت عمرؓ اپنے خطبات میں کرتے تھے اور ان کو خطرہ تھا کہ آئندہ انکار کرنے والے کہیں ان کے انکار پر جری نہ ہو جائیں، ان کے سوا مشکل ہی سے کسی چیز کا ان پر اضافہ ہو سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی بھولنا نہ چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جیسے مشہور روایتوں کی شکل ان چند چیزوں نے اختیار کی، وہیں آپ ہی کے زمانہ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ کسی واحد خبر کا مفاد اگر قرآنی نص کے خلاف ہو تو ترجیح ہمیشہ قرآن ہی کو دی جائیگی غیر حاملہ یعنی حامل عورت کو جب ایسی طلاق دی جائے جس کے بعد نکاح جدید کے بغیر پھر اس عورت کو طلاق دینے والا زن وشو کے تعلقات کو جاری نہیں رکھ سکتا اس کے نان ونفقہ اور سکنی (جائے سکونت) کے متعلق یہ سوال جب اٹھا کہ عدت کے زمانہ میں طلاق دینے والے شوہر پر یہ چیزیں یعنی نان ونفقہ وغیرہ واجب ہے یا نہیں، اور ایک خاتون صاحبہ جن کے ساتھ طلاق کی یہی صورت پیش آئی تھی، یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفقہ اور سکنی کو شوہر پر عائد نہیں کیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک چونکہ فاطمہ بنت قیس کی یہ روایت کتاب یعنی قرآنی نص کے خلاف تھی آپ نے اعلان کیا کہ

لا نترك كتاب الله وسنة نبيه	ہم اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کے طریقہ کو کسی ایسی
بقول امرأة حفظت ام نسيت	عورت کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے، جس کے
(صحاح)	متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی

عہد عثمانی اور تدوین حدیث

بہر حال عہد فاروقی ان ہی حالات میں ختم ہوا آپ کے بعد حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت کا زمانہ آیا، علمی خدمات کے لحاظ سے عثمانی عہد خلافت کا سب سے بڑا وہ کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آج تیرہ ساڑھے تیرہ سو سال تک سارے جہاں کے مسلمانوں میں قرآن مجید کا ایک ہی نسخہ مروج ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ خصوصیت صرف اسی کتاب کو حضرت عثمان

لہ یہ مسئلہ کہ قرآن کی کس آیت کے خلاف حضرت عمرؓ نے فاطمہ والی روایت کو قرار دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس سنت کا حضرت کو علم تھا فاطمہ کی روایت اس کے مخالف تھی یہ بڑا تفصیلی مسئلہ ہے۔ حدیث وشروح حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل ملے گی ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ خاص سے آج حاصل ہے۔ میں نے "تدوین قرآن" نامی کتاب میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔[1] حدیث کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تدوین حدیث کی تاریخوں میں لوگوں نے کسی خاص واقعہ کا ذکر اگرچہ نہیں کیا ہے لیکن حضرت عثمان سے جو روایتیں کتابوں میں نقل کی گئی ہیں، ہم ان میں ایک اس روایت کو بھی پاتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

مایمنعنی ان احدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا ان اکون اوعی اصحابہ عنہ ولکنی اشہد لسمعتہ یقول من قال علی مالم اقل فلیتبوء مقعدہ من النار ؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں مجھے یہ خبر نہیں روکتی کہ دوسرے صحابیوں سے حدیثوں کے یاد رکھنے میں میں کچھ کم ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جسے میں نے نہ کہی ہو تو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ وہ دوزخ میں بنا لے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کافی حدیثیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یاد تھیں، لیکن ان کی عمومی اشاعت سے آپ بھی پرہیز کرتے تھے۔ کیوں کرتے تھے؟ ممکن ہے کہ مذکورہ الفاظ سے یہ نتیجہ بھی نکالا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کے منسوب ہو جانے کا اندیشہ حضرت عثمان کو تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جب دوسرے صحابیوں کے مقابلہ میں خود ان کا دعویٰ تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کم حدیثیں محفوظ نہیں ہوئی ہیں تو حفظ اور یاد کے اس دعویٰ کے بعد ان کے کلام کو اس پر محمول کرنا کہ اپنی یاد پر حضرت کو کامل بھروسہ چونکہ نہ تھا، اس لئے روایت سے پرہیز کرتے تھے کچھ بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے

---

[1] میرے عزیز رفیق مولوی غلام ربانی ایم۔ اے نے ایک مستقل مقالہ اس عنوان پر فقیر ہی کی نگرانی میں لکھا ہے جو تسلسل دار برہان میں شائع ہو چکا ہے اور انشاء اللہ مستقل رسالہ کی شکل میں بھی دفتر ندوۃ المصنفین اس کو شائع کرنے والا ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرا خیال تو یہی ہے کہ وہی بات یعنی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی اشاعت عام کا طریقہ اگر وہ اختیار کرتے، تو ظاہر ہے کہ ہر طرح کے لوگ ان سے سنی ہوئی روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کرتے حضرت عثمانؓ کو زیادہ سے زیادہ اعتماد اپنے حافظہ اور اپنی یاد پر ہو سکتا تھا لیکن ان سے سن کر روایت کرنے والے بھی صحیح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی بات کو منسوب کریں گے، جو کچھ انھوں نے سنا ہے حضرت کو چونکہ اس پر بھروسہ نہ تھا اندیشہ تھا کہ اس راہ سے پیغمبر کی طرف غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں آپ نے سنی تھی ان کی اشاعت عام نہیں فرماتے تھے۔ اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خبر آحاد کی ان روایتوں کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں میں اشاعت ضروری خیال نہ فرمائی اسی طرح آپ کے خلفاء نے بھی یہی طرز عمل دین کے اس غیر بنیادی حصہ کے متعلق اپنے اپنے زمانہ میں اختیار فرمایا اسی سے اندازہ کیجئے کہ ایک دفعہ برسر منبر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے، مسند احمد ہی میں ہے

عن ابی صالح مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال سمعت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ایھا الناس انی کتمتکم حدیثا سمعتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کراھیۃ تفرقکم عنی ۶۵	حضرت عثمان کے غلام ابو صالح سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عثمان کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے لوگو! ایک حدیث جسے میں نے رسول اللہ سے سنا ہے اسے تم لوگوں سے اب تک اس لئے چھپاتا رہا کہ تم کو یہ حدیث مجھ سے جدا کر دے گی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

ثم بدالی ان احدثکموہ لیختار امرء لنفسہ مابدالہ سمعت رسول اللہ	مگر پھر مجھے یہی محسوس ہوا کہ میں اس حدیث کو تم سے بیان ہی کر دوں، پھر اس حدیث کے سننے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم یقول رباط یوم فی سبیل اللہ تعالیٰ خیر من الف یوم فیما سواہ من المنازل

بعد جس کا جی چاہے اس پہلو کو اختیار کرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا رباط (یعنی اسلامی سرحدوں کی چھاؤنیوں میں بہ نیت جہاد قیام) دوسری جگہوں میں ہزاروں گذارنے سے بہتر ہے۔

اور یہی خبر آحاد کی حدیثوں کے استعمال کا صحیح مقام ہے جس کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ ان سے عمل کی محرومی عام دینی ثمرات سے گو آدمی کو محروم نہیں کرتی، لیکن دین میں جو آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ چاہیں تو ان حدیثوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

لیکن بایں ہمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو ہم دیکھتے ہیں کہ الواحد بعد الواحد ہی کی راہ سے سہی، جب کبھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء مبارک کی خبر ہو جاتی تھی تو بجائے اپنی رائے کے اسی خبر واحد کی تعمیل کو اپنی سعادت خیال فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے ارادے سے مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے، جب قدید نامی مقام پر پہنچے تو آپ کے باورچی خانے میں چند چکور گاؤں والوں نے شکار کر کے پہنچا دئے، چکوروں کو بھون کر اور کھاؤں کے ساتھ طشت میں مرتب کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر لوگوں نے جب چن دیا، راوی کا بیان ہے کہ

کانی انظر الی الحجل حوالی الجفان

ہم ان بھنے ہوئے چکوروں کو گویا طشت کے کنارے چنا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com